المملكة العربية السعودية

وزارة الشؤون الاسلامية والأوقاف والدعوة والارشاد

جمعية الدعوة والارشاد وتوعية الجاليات بالجبيل

ادارة توعية الجاليات   قسم الجالية المسلمة

الدورة العلمية الخامسة والثلاثون

للمتعاونين باللغة الأردية والهندية

بتاریخ ۲-۳/۱۱/۱۴۴۵اموافق 10-11 /مئی 2024م جمعة وسنیچر (ہفتہ)

ازبعدصلاۃ عصر تا نو بجے شب

شرح كتاب :"التكفير وضوابطه"

تکفیر اور اس کے ضوابط

للدكتور الشيخ محمد بن عمر بازمول

مترجم: ڈاکٹر شیخ اجمل منظور مدنی

الشارح : فضيلة الدكتور الشيخ كليم الدين يوسف مدنی

P.O.Box1580 Al-Jubail 31951(K.S.A)

نام طالب علم: Name:

عرض مترجم

الحمدللہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ، حمد وثناء کے بعد:

ڈاکٹرمحمد عمر بازمول عربوں میں ایک غیور سلفی ہیں،کتاب وسنت کے پابند اور منہج سلف کے شیدائی ہیں،جامعہ ام القری مکہ مکرمہ میں شریعہ کے اندر تخصص کیا ہے،وہیں سے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی ہے۔آپ کے علمی دروس اور دعوتی حلقے برابر ہوتے رہتے ہیں،تالیف وتصنیف کے میدان میں بھی آپ نے دینی،دعوتی اور منہجی ہر میدان میں آپ نے کتابیں اور رسالے تحریر کئے ہیں۔

اس کتاب کے اندر تکفیر کے فتنے پر گفتگو کی ہے،اس فتنے کی سنگینی،اس میں پڑنے والوں اور سماج پر اس سے مرتب ہونے والے اثرات کو واضح کیا ہے،شرعی دلائل کی روشنی میں تکفیر کے شروط اور ضوابط بیان کئے ہیں،ایک جگہ تکفیر کی سنگینی پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: چنانچہ نہ تو کسی معصیت اور گناہ کی بنیاد پر کسی کی تکفیر کی جائے گی اور نہ ہی محض بغض وکراہیت کی وجہ سے،اور نہ ہی کسی شہوات نفسانی یا شبہات کی وجہ سے کسی کی تکفیر کی جائے گی،بلکہ اسکے لئے شریعت سے واضح دلیل اور حجت کی ضرورت ہے؛اسلئے کہ جس نے اگر کسی مسلمان کی تکفیر کی تو ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ضرور ہوگا!

دعاء ہے کہ اللہ تعالی شیخ کیلئے اس کتاب کو ذخیرہ آخرت اور امت اسلامیہ کیلئے نفع بخش اور خیر وبرکت کا ذریعہ بنائے،آمین۔

کتبہ

د/ اجمل منظور المدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله، وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ}.

{يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً}.

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً}.

أما بعد: فإن اصدق الحديث كلام الله، وخير الهدى هدى محمد -صلى الله عليه وسلم-. وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار.

علاج کے طریقے۔

-دوسرا مقصد: تکفیر کا حکم، تکفیر کے ضوابط اور اسکے شروط۔

دوسرا مقصد:

تکفیر کا حکم، تکفیر کے ضوابط اور اسکے شروط

تکفیر کا حکم:

بغیر مکفر یعنی دلیل تکفیر کے بغیر کسی مسلمان کی تکفیر حرام ہے، اور اسکی دلیل یہ حدیثیں ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا".

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی کو کہتا ہے کہ اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو گیا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ، وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ".

ترجمہ: عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہہ کر پکارے تو دونوں میں سے ایک پر کفر آجائے گا۔ اگر وہ شخص جس کو اس نے پکارا کافر ہے تو خیر (کفر اس پر رہے گا) ورنہ پکارنے والے پر لوٹ آئے گا۔"

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَلَفَ

بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ".

ترجمہ: سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اسلام کے سوا کسی اور مذہب کی جھوٹ موٹ قسم کھائی تو وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے، جس کی اس نے قسم کھائی ہے اور جس نے کسی چیز سے خودکشی کر لی تو اسے جہنم میں اسی سے عذاب دیا جائے گا اور مومن پر لعنت بھیجنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اس کے قتل کے برابر ہے۔

تکفیر کے ضوابط اور اسکے شروط:

مذکورہ احادیث میں وارد عظیم ڈانٹ اور پھٹکار کی وجہ سے علماء نے مسلمانوں کی تکفیر سے روکا ہے، اور اسے بہت عظیم سمجھا ہے، اور اسی وجہ سے اس کے لئے چند ضوابط بنائے ہیں، جنہیں میں نقل تحریر کر رہا ہوں:

پہلا ضابطہ:

تکفیر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا حق ہے، اور کسی کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے آگے بڑھے، اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ} ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

اس لئے کسی بھی مسئلے میں یا کسی معین شخص پر تکفیر کا اطلاق نہیں کیا جائے گا مگر جب تک اس پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے کوئی دلیل نہ مل جائے۔

چنانچہ نہ تو کسی معصیت اور گناہ کی بنیاد پر کسی کی تکفیر کی جائے گی اور نہ ہی محض بغض و کراہیت کی وجہ سے، اور نہ ہی کسی شہوات نفسانی یا شبہات کی وجہ سے کسی کی تکفیر کی جائے گی، بلکہ اسکے لئے شریعت سے واضح دلیل اور حجت کی ضرورت ہے؛ اسلئے کہ جس نے اگر کسی مسلمان کی تکفیر کی تو ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ضرور ہوگا!

دوسرا ضابطہ:

کفر کی دو قسمیں ہیں:

۱) کفر اصغر جو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

۲) کفر اکبر جو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، اور پھر ایسا شخص دین اور جماعت کو چھوڑ کر مرتد ہو جاتا ہے۔

بہت ساری احادیث کے اندر بعض اعمال کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ کفر ہیں، اور جب ایک مسلمان ان کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ گناہ کبیرہ ہوتا ہے، اس سے وہ دین اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

کچھ ایسے نصوص پیش کر رہا ہوں جن کے اندر ان لوگوں کو کفر، شرک یا جاہلیت سے متصف کیا گیا ہے جو بعض مخصوص اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں:

عَنْ جَرِيرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: اسْتَنْصِتِ النَّاسَ، فَقَالَ: "لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ".

ترجمہ: سیدنا جریر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ لوگوں کو بالکل خاموش کر دو (تاکہ وہ خوب سن لیں) پھر فرمایا، لوگو! میرے بعد پھر کافر مت بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا

قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا ".

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی کو کہتا ہے کہ اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو گیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ، الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں میں دو باتیں موجود ہیں اور وہ کفر ہیں۔ ایک نسب میں طعنہ کرنا، دوسرا میت پر چلا کر رونا۔" (اس کے اوصاف بیان کر کے، جس کو نوحہ کہتے ہیں)۔

عَنْ بْنِ عُمَرَ، قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ ".

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا"۔

عَنْ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، " أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ، إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ ".

ترجمہ: معرور سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں ابوذر سے ربذہ میں ملا وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی جوڑا پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں

نے ایک شخص یعنی غلام کو برا بھلا کہا تھا اور اس کی ماں کی غیرت دلائی (یعنی گالی دی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معلوم کر کے مجھ سے فرمایا اے ابو ذر! تو نے اسے ماں کے نام سے غیرت دلائی، بیشک تجھ میں ابھی کچھ زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ (یاد رکھو) ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے (اپنی کسی مصلحت کی بنا پر) انہیں تمہارے قبضے میں دے رکھا ہے تو جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو بھی وہی کھلائے جو آپ کھاتا ہے اور وہی کپڑا اسے پہنائے جو آپ پہنتا ہے اور ان کو اتنے کام کی تکلیف نہ دو کہ ان کے لیے مشکل ہو جائے اور اگر کوئی سخت کام ڈالو تو تم خود بھی ان کی مدد کرو۔

عَنْ أَبِي سَلَّامٍ، أَنَّ أَبَا مَالِكٍ الْأَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ "، وَقَالَ: " النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ ".

ترجمہ: ابو سلام سے روایت ہے کہ ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت میں جاہلیت (یعنی زمانہ کفر) کی چار چیزیں ہیں کہ لوگ ان کی نہ چھوڑیں گے، ایک اپنے حسب پر فخر کرنا، دوسرے کے نسب پر طعن کرنا، تیسرے تاروں سے پانی کی امید رکھنا، اور چوتھے بین کر کے رونا۔“ اور فرمایا: ”بین کرنے والی اگر توبہ نہ کرے اپنے مرنے سے پہلے تو جب قیامت ہوگی تو اس پر گندھک کا پیرہن اور کھجلی کی اوڑھنی ہوگی۔“

اب کچھ ایسے نصوص پیش کر رہا ہوں جن کے اندر بعض اعمال کے ارتکاب سے کچھ لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مومن نہیں ہو سکتے:

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ " قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: " الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ

بَوَائِقَهُ".

ترجمہ: سیدنا ابو شریح رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "واللہ! وہ ایمان والا نہیں۔ واللہ! وہ ایمان والا نہیں۔ واللہ! وہ ایمان والا نہیں۔ عرض کیا گیا کون: یارسول اللہ؟ فرمایا وہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی مومن رہتے ہوئے زنا نہیں کرسکتا۔ شراب خوار مومن رہتے ہوئے شراب نہیں پی سکتا۔ چور مومن رہتے ہوئے چوری نہیں کرسکتا۔ اور کوئی شخص مومن رہتے ہوئے لوٹ اور غارت گری نہیں کرسکتا کہ لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھی ہوئی ہوں اور وہ لوٹ رہا ہو۔

عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ".

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ نہ چاہے جو اپنے نفس کے لیے چاہتا ہے۔

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ" قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ".

ترجمہ: سیدنا ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "واللہ! وہ ایمان والا نہیں۔ واللہ! وہ ایمان والا نہیں۔ واللہ! وہ ایمان والا نہیں۔ عرض کیا گیا کون: یارسول اللہ؟ فرمایا وہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

اب کچھ ایسے نصوص پیش کر رہا ہوں جن کے اندر بعض اعمال کے ارتکاب سے کچھ لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انکے اندر نفاق کی خصلت پائی جاتی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا، اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص مر جائے اور جہاد نہ کرے نہ نیت کرے جہاد کرنے کی وہ منافقوں کے طور پر مرا۔"

اب کچھ ایسے نصوص پیش کر رہا ہوں جن کے اندر بعض اعمال کے ارتکاب کرنے والوں سے

براءت کا اظہار کیا گیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں (کسی کی موت پر) اپنے چہروں کو پیٹتی اور گریبان چاک کر لیتی ہیں اور جاہلیت کی باتیں بکتی ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا".

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے ہم مسلمانوں پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم سے نہیں ہے۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ، مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: "مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟"، قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللّٰہِ، قَالَ: "أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ، فَلَيْسَ مِنِّي".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک ڈھیر اناج کا راہ میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس کے اندر ڈالا تو انگلیوں پر تری آ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "اے اناج کے مالک! یہ کیا ہے؟" وہ بولا: پانی پڑ گیا تھا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر تو نے اس بھیگے اناج کو اوپر کیوں نہ رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے جو شخص فریب کرے دھوکہ دے وہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔"

یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو ان امور کا ارتکاب کرے گا وہ ایمان مطلق کا مستحق نہیں ہے، وہ یا تو فاسق مومن ہوگا، یا ناقص الایمان، وہ ان مومنوں میں سے نہیں ہوگا جن کی تعریف کی گئی ہے اور جن سے جنت میں دخول اول کا وعدہ کیا گیا ہے، بلکہ وہ اہل وعید میں سے ہوگا۔

احادیث کے ان چاروں قسموں کو ابو عبید قاسم بن سلام نے نقل کیا ہے، اور ان تاویلوں کا بھی ذکر کیا ہے جنہیں لوگوں نے ان احادیث کے تعلق سے بیان کیا ہے، لیکن انہوں نے ان میں سے کسی سے اتفاق نہیں کیا، بلکہ اپنی الگ تفسیر کی جسے میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا: یہ چار طرح کی حدیثیں ہیں، لوگوں نے ان کی چار طرح کی تاویلیں کی ہیں:

بعض نے کہا کہ اس سے مراد کفران نعمت ہے۔

بعض نے انہیں ترہیب اور دھمکی پر محمول کیا ہے۔

بعض نے انہیں مرتد کے کفر پر محمول کیا ہے۔

بعض نے ان سب کو رد کر دیا ہے۔

مگر میرے نزدیک یہ ساری تاویلیں مقبول نہیں ہیں، اسلئے کہ ہر ایک کے اندر کوئی نہ کوئی خلل اور فساد پایا جاتا ہے۔

میرے نزدیک ان سب میں راجح یہ ہیکہ معاصی اور گناہ ایمان کو زائل نہیں کر سکتے، اور نہ ہی کفر تک پہونچا سکتے ہیں، البتہ ایمان کی حقیقت اور اسکے اس اخلاص کی نفی مراد ہے جس سے اہل ایمان کو اللہ نے متصف کیا ہے اور اپنی کتاب کے اندر متعدد جگہوں پر جسکی شرط لگائی ہے۔

اب اگر کوئی کہے کہ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ مومن نہیں ہے اور پھر اسکا ایمان زائل بھی نہ ہو؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عربوں کا کلام ہے جو بہت مشہور ہے کہ اگر کوئی عمل کرے اور اس میں

مخلص نہ ہواور اس عمل کو اسکی حقیقت کے طور پر ادا نہ کر رہا ہو تو ایسی صورت میں عامل سے اس عمل کی نفی کر دی جاتی ہے ! کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر ایک کام کرنے والا اپنے کام میں بہتر نہیں رہا تو اس کے بارے میں کہتے ہیں : تو نے کچھ نہیں کیا، یا تو نے کوئی کام ہی نہیں کیا۔ اب یہاں بہتری اور عمدگی کی نفی کی گئی ہے، نہ کہ عمل کی نفی کی گئی ہے، اس طرح وہ انکے نزدیک بحیثیت اسم کے عامل تو ہے مگر عمدگی اور بہتری میں نہیں۔

اسی طرح جو اپنے والد کا نافرمان ہو اور اسے تکلیف دیتا ہو اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں : یہ اس کا لڑکا نہیں ہے، جبکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی کا صلبی لڑکا ہے۔ اسی طرح کی بات ایک بھائی، بیوی اور غلام کے تعلق سے بھی کہی جاتی ہے، ان سب میں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انہیں جن اعمال واجبہ کا مکلف بنایا گیا ہے اطاعت وفرمانبرداری اور حسن سلوک وغیرہ کا انہیں اچھی طرح ادا کریں۔

چنانچہ یہاں پر نسب، نکاح اور غلامی کا انکار اسی طرح کیا گیا ہے جیسے گناہوں کی وجہ سے ایمان کا انکار کیا گیا ہے، یعنی حقیقت ایمان اپنی جگہ باقی ہے، ایسے لوگوں کو مومن کہا جائے گا اور ان پر ایمان ہی کا حکم لگے گا۔

اسطرح ان احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث کی تفسیر میرے نزدیک یہی ہے جسے میں نے بیان کیا، اور اسی طرح وہ احادیث بھی جن کے اندر براءت کا اظہار کیا گیا ہے، وہ ویسے ہی ہیں جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ جس نے ایسا کیا وہ مجھ سے نہیں ہے، یہاں بھی میں یہ نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ ﷺ نے حقیقت میں ایسے لوگوں سے اپنی براءت کا اظہار کیا ہو یا دین اسلام سے، بلکہ مفہوم یہ ہیکہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو ہماری اطاعت کرتے ہیں، ہمارے نقش قدم پر چلتے ہیں، اور شرائع واحکام کی محافظت کرتے ہیں، یا اسی طرح کے دیگر الفاظ سے آپ تعبیر کر سکتے ہیں۔

سفیان بن عیینہ (وہ ہم میں سے نہیں ہے) کی تاویل کرتے تھے (وہ ہم جیسا نہیں ہے) سے۔

اور آپ اسے دوسروں سے بھی نقل کرتے تھے، اور یہ تاویل گرچہ ایک بڑے امام نے کہی ہے، مگر میں اسے مناسب نہیں سمجھتا، کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ جو ایسا کرے گا وہ نبی ﷺ کی طرح نہیں ہے، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جو ایسا نہ کرے وہ نبی ﷺ کی طرح ہے، حالانکہ نبی ﷺ کا کوئی مثیل اور نظیر نہیں، خواہ کوئی وہ عمل کرے یا نہ کرے۔

تو یہ تفصیل ہے ایمان کی نفی اور نبی ﷺ کی براءت کے تعلق سے، اور جہاں تک ان آثار کا تعلق ہے جن میں کفر اور شرک کا ذکر ہے، اور گناہوں کی وجہ سے کفر وشرک سے متصف کیا گیا ہے، تو یہاں بھی ہمارے نزدیک یہی مفہوم ہے کہ ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں پر کفر یا شرک کا اطلاق نہیں ہوگا بایں طور کہ یہ دونوں اس سے ایمان کو زائل کردیں، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ایسا کرنے والے ان اخلاق اور طریقوں پر چل رہے ہیں جن پر کفار اور مشرکین تھے، اور ان دونوں قسموں کیلئے کتاب وسنت کے اندر دلائل موجود ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم سے اس بارے میں واضح دلیل اللہ کا یہ قول ہے: {وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ} ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

اس آیت کی تاویل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہاں وہ کفر مراد نہیں ہے جو دین سے خارج کردے۔

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا: یہاں کفر دون کفر یعنی کفر اصغر مراد ہے۔

اور جب یہ واضح ہوگیا کہ یہ کفر اسے دین اسلام سے خارج کرنے والا نہیں ہے تو مطلب یہی ہوا کہ وہ اسکا دین اپنے اصلی حالت پر باقی ہے، گرچہ اس کے اندر گناہوں کا شائبہ ہے، لہذا یہاں کفار اور انکے طریقوں کے خلاف والا ہی معنی مراد ہوگا، اسلئے کہ جو کافر ہیں وہ یقینا شریعت الہیہ کے مطابق فیصلہ نہیں

کرتے، جیسا کہ اللہ کا یہ قول ہے: {أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ} ترجمہ: پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔

اور مفسرین کے نزدیک اس آیت کی تاویل یہی ہے کہ جو وحی الہی کے بغیر فیصلہ کرے گا اور وہ دین اسلام پر ہوگا، وہ اپنے اس فیصلے کے ذریعے اہل جاہلیت کی طرح ہو جائے گا، کہ اہل جاہلیت بھی اسی طرح کا فیصلہ کرتے تھے۔

یہی تاویل ہم رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی بھی کریں گے: (یہ امور جاہلیت میں سے ہے)۔

اسی طرح کی تاویل اس حدیث کی بھی ہوگی جس میں ہے: (یہ جاہلیت کا طریقہ ہے)۔

اور اسی طرح اس حدیث کی بھی تاویل ہوگی جس میں ہے کہ یہ منافق کی خصلتوں میں سے ہے۔

چنانچہ گناہوں کے ارتکاب سے ان احادیث کے اندر جن لوگوں کو جاہل، کافر، منافق کہا گیا ہے اور وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں، دینی فرائض ادا کرتے ہیں، اس کا مفہوم یہی ہوگا کہ یہ سب کفار کے اعمال ہیں جو حرام ہیں، کتاب وسنت کے اندر ان کی مناہی آئی ہے، مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ان امور سے بچیں اور انکے اخلاق اور انکے طریقوں کی مشابہت اختیار نہ کریں۔

پتہ چلا کہ ان احادیث سے مراد یہ ہیکہ ان امور کا ارتکاب کرنے والا اس ایمان سے محروم ہو جاتا ہے جو اسکے عذاب الہی سے نجات کا باعث تھا، اور جو گناہوں کا کفارہ، نیکیوں کی قبولیت اور اللہ کے اجر وثواب کے پانے کا ذریعہ تھا، اور اس لائق تھا کہ اس کی تعریف کی جاتی اور اللہ اس سے خوش ہوتا۔ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان امور کا ارتکاب کرنے والا اس ایمان سے محروم ہو جائے گا جو مخلد فی النار کا باعث نہیں ہوتا ہے، اور جس سے شفاعت اور مغفرت کی امید ہوتی ہے، اور جس کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ نکاح و وراثت کا معاملہ جاری رکھ سکتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جو اپنے مومن بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے

لئے کرتا ہے تو اسکے پاس وہ ایمان نہیں ہوتا جو اس کیلئے ہونا ضروری تھا؛ ایسی صورت میں وہ وعید سے دو چار ہوگا، البتہ مطلق وعید کا مستحق نہیں ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید کہا: سب اس بات پر متفق ہیں کہ وہ فاسق لوگ جو منافق نہیں ہیں ان کے پاس ایمان کا کچھ نہ کچھ حصہ ہوتا ہے، جس کے ذریعے وہ دوزخ سے نجات پا سکتے ہیں، اور یہی چیز ان کے اور کفار و منافقین کے درمیان وجہ فارق ہے، اور ان کے ساتھ ایمان کے بعض حصہ کے پائے جانے ہی کی وجہ سے یہ ان لوگوں میں شامل نہیں ہوتے ہیں جن کے ایمان کی تعریف کی گئی ہے۔

اور یہ اس اصول پر مبنی ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے، اور یہ کہ بندے کے اندر اطاعت اور معصیت، اور ایمان اور کفر دونوں اکٹھا ہو سکتے ہیں۔

اور ایک ہی انسان کے اندر ایمان و نفاق اکٹھا ہو سکتے ہیں، اسکے اندر ایمان کے بعض شعبے اور کفر کے بعض شعبے ایک ساتھ پائے جا سکتے ہیں، جیسا کہ بہت ساری حدیثوں میں آیا ہے، انہیں میں سے صحیحین کی یہ روایت بھی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا، اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ

کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔

ابن القیم نے کہا: اور جہاں تک شرک اصغر کا تعلق ہے جیسے تھوڑی ریاکاری، بندوں کیلئے تصنع، غیر اللہ کی قسم کھانا، جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: (جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا)، اور ایک آدمی کا دوسرے سے یہ کہنا: (جو اللہ چاہے اور تم چاہو)، (یہ اللہ کی طرف سے اور آپ کی طرف سے ہے)، (میں اللہ کی وجہ سے اور آپ کی وجہ سے ہوں)، (میرے لئے اللہ اور آپ کے سوا کوئی نہیں ہے)، (مجھے اللہ پر اور آپ پر بھروسہ ہے)، (اگر آپ نہ ہوتے تو ایسا نہیں ہوتا)۔

اور یہ شرک اکبر بھی ہوسکتا ہے، کہنے والے کے مقصد اور نیت کے اعتبار سے۔

اور اسی طرح مسند احمد کی ایک روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَعَلْتَنِي وَاللَّهَ عَدْلًا بَلْ مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ۔

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں" اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو مجھے اور اللہ کو برابر کر رہا ہے؟ یوں کہو: جو اللہ تنہا چاہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اور شارع نے گناہوں کی وجہ سے جو تکفیر کی ہے اس کے بارے میں جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ دین اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ اور امام احمد نے کہا: انہیں ویسے ہی ثابت رکھو جیسے وارد ہوئے ہیں۔ یعنی نہ یہ کہو کہ وہ خارج ہے اور نہ یہ کہو کہ وہ خارج نہ ہے۔ اور ان دونوں اقوال کے سوا دوسرے جتنے اقوال ہیں کوئی صحیح نہیں ہے۔

ان امور سے چند باتیں ثابت ہوئیں:

-ان امور کاارتکاب اگر کوئی مسلمان کرے گا وہ مطلق ایمان کا مستحق نہیں ہوگا، بلکہ اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ فاسق مسلمان، یا فاسق مومن یا ناقص الایمان مومن ہے۔

-ایک ہی آدمی کے دل میں ایمان اور کفر دونوں اکٹھا ہو سکتے ہیں، اور اس کفر سے مراد یہ ہوگا کہ اسکے اعمال کافروں کے اعمال جیسے ہیں، اور اس وجہ سے اسکا ایمان ناقص ہوگا، بالکل زائل اور ختم نہیں ہوگا۔

-شرعی نصوص کے اندر کفر، شرک اور نفاق کبھی ایسے معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں جو آدمی کو دین اسلام سے خارج نہیں کرتے، اور کبھی خارج کر دیتے ہیں۔

-اگر ان الفاظ (شرک، کفر، نفاق) کا اطلاق ایسے فعل پر کیا جائے جس کا ارتکاب کسی مسلمان نے کیا ہو، تو اس سے مراد یہ نہیں ہوگا کہ وہ دین اسلام سے خارج ہوگیا، جب تک کہ وہ اسے حلال نہ سمجھے، بلکہ اس سے مراد یہ ہوگا کہ یہ اپنے اس عمل میں کفار اور مشرکین کے مشابہ ہے، اور اب ان افعال کے ارتکاب کی وجہ سے اسکے کمال ایمان، اسکی حقیقت اور اسکے اخلاص کی نفی ہو چکی ہے۔

تیسرا ضابطہ:

جس کا اسلام یقینی طور پر ثابت ہو اس کی تکفیر یقین ہی کی بنیاد پر کی جا سکتی ہے۔

اور یہ اس شرعی قاعدے پر مبنی ہے: (اليقين لا يزول بالشك) یعنی یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا۔

اور اسی ضابطے کی بنیاد پر درج ذیل ضابطہ بھی ہے:

چوتھا ضابطہ:

تکفیر مطلق اور تکفیر معین میں فرق کیا جائے گا۔

چنانچہ پہلے میں کوئی شرط نہیں ہوگی سوائے اس کے کہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ چیز کفر ہے۔

اور جہاں تک تکفیر معین کی بات ہے تو کسی کی تکفیر اسی وقت کی جا سکتی ہے جب حجت قائم ہو جائے، شروط پورے ہو جائیں اور موانع ختم ہو جائیں۔

اور معین سے مراد وہ مسلمان ہے جس کے بارے میں یقین سے پتہ ہو کہ وہ فلاں ہے اور فلاں کا بیٹا ہے۔

اور تکفیر مطلق کی مثال یہ ہیکہ جیسے کوئی کہے: جو کہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے۔

تو یہی تکفیر نوعی یا تکفیر مطلق ہے۔

اور اسے امام احمد بن حنبل نے کہا ہے، آپ نے مامون کی تکفیر نہیں کی، کیونکہ آپ کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہوا کہ اس پر حجت قائم کی گئی ہے، اور اس کے اندر تکفیر کے سارے شروط پائے جاتے ہیں اور موانع منتفی ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس میں اصل یہ ہیکہ وہ قول جس کے کہنے سے کتاب وسنت اور اجماع میں کفر کہا گیا ہو اسے کفر کہا جائے گا، مگر مطلق طور پر، جیسا کہ اس پر شرعی دلائل دلالت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید کہا: اس تعلق سے علماء کے دو مشہور اقوال ہیں اور دونوں امام احمد سے مروی ہیں، اور دونوں اقوال خوارج اور حروریہ اور روافض کے بارے میں ہیں۔ اور صحیح یہی ہے کہ یہ اقوال جن کے بارے میں علماء نے کہا ہے اور جو شریعت کے مخالف ہیں وہ کفر ہیں۔

اور مسلمانوں کے وہ افعال بھی جو کفار کے اعمال کے مشابہ ہیں وہ بھی کفر ہی ہیں۔ لیکن کسی معین شخص کی تکفیر اور اس پر مخلد فی النار کا حکم لگانا یہ موقوف ہے شروط تکفیر کے ثابت ہونے اور موانع کے منتفی ہونے پر۔ چنانچہ ہم وعید، تکفیر اور تفسیق کے تعلق سے وارد نصوص کی بنا پر اسکا اطلاق کرتے ہیں لیکن کسی معین شخص کو اس عموم میں شامل نہیں کر سکتے یہاں تک ایسی چیزیں ثابت ہو جائیں جو اسکا تقاضہ کریں

اور پھر ان کا کوئی معارض بھی نہ ہو۔

پانچواں ضابطہ:

تکفیر معین کے وقت حجت کا قیام ضروری ہے، اللہ کے اس قول کی وجہ سے: {وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا} ترجمہ: اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔

اور شروط کے ثابت ہونے سے مراد یہ ہے:

-یقینی علم ہو جو جہالت اور عدم معرفت کے منافی ہے۔

-اس متحقق ارادے کا ثبوت جو غیر متحقق ارادے کا منافی ہے۔

اور تکفیر معین میں جن موانع کا نہ پایا جانا ضروری ہے وہ چار چیزیں ہیں:

پہلی: جہالت جو علم و معرفت کے منافی ہو۔

دوسری: تاویل۔

تیسری: غلطی۔

چوتھی: مجبوری۔

مجبوری کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے: {مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ} ترجمہ: جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اپنے ایمان کے بعد، سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اور لیکن جو کفر کے لیے سینہ کھول دے تو ان لوگوں پر اللہ کا بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

اور غلطی کی دلیل یہ حدیث ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَلَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ، فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ، إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا "، ثُمَّ قَالَ: "مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”البتہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ خوشی ہوتی ہے اپنے بندہ کی توبہ سے جب وہ توبہ کرتا ہے تم میں سے اس شخص سے جو اپنے اونٹ پر سوار ہو ایک صاف بے آب ودانہ جنگل میں، پھر وہ اونٹ نکل بھاگے اسی پر اس کا کھانا اور پانی ہو۔ آخر وہ اس سے ناامید ہو کر ایک درخت تلے آکر لیٹ رہے اس کے سایہ میں اور اونٹ سے بالکل ناامید ہو گیا ہو، وہ اسی حال میں ہو کہ یکا یک اونٹ اس کے سامنے آکر کھڑا ہو جائے اور وہ اس کی نکیل تھام لے، پھر خوشی کے مارے بھول کر غلطی سے کہنے لگے: یااللہ! تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں خوشی کے سبب سے ایسی غلطی کرے۔“ (یعنی یوں کہنا تھا یااللہ! تو میرا رب ہے میں تیرا بندا ہوں پر خوشی سے زبان میں الٹا نکل جائے)۔

اور تاویل کی دلیل یہ حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ، قَالَ: لِبَنِيهِ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اطْحَنُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فَوَاللَّهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبَنِّي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا، فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذَلِكَ فَأَمَرَ اللَّهُ الْأَرْضَ، فَقَالَ: اجْمَعِي مَا فِيكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟، قَالَ: يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ، وَقَالَ

غَيْرُهُ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص بہت گناہ کیا کرتا تھا جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹوں سے اس نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا پھر میری ہڈیوں کو پیس کر ہوا میں اڑا دینا اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے اتنا سخت عذاب کرے گا جو پہلے کسی کو بھی اس نے نہیں کیا ہوگا۔ جب وہ مر گیا تو (اس کی وصیت کے مطابق) اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم فرمایا کہ اگر ایک ذرہ بھی کہیں اس کے جسم کا تیرے پاس ہے تو اسے جمع کر کے لا۔ زمین حکم بجالائی اور وہ بندہ اب (اپنے رب کے سامنے) کھڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا: اے رب! تیرے ڈر کی وجہ سے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے صحابہ نے اس حدیث میں لفظ (خشيتك) کے بدلے (مخافتك) کہا ہے (دونوں لفظوں کا مطلب ایک ہی ہے)۔

اور جہالت اور عدم معرفت کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے: {وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا} ترجمہ: اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اہل سنت ان لوگوں کی تکفیر نہیں کرتے جو انکی مخالفت کرتے ہیں، گرچہ انکا مخالفت ان کی تکفیر کرتا ہے، اسلئے کہ تکفیر حکم شرعی ہے؛ اس وجہ کسی انسان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کا بدلہ اسی طرح لے، اسکی مثال ایسے ہی ہے کہ اگر کوئی تمہارے گھر والوں کے خلاف جھوٹ بولے اور ان میں سے کسی کے ساتھ زنا کرے تو تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم بھی اسکے خلاف جھوٹ بولو اور اسکے گھر والوں کے ساتھ زنا کرو؛ اسلئے کہ جھوٹ اور زنا دونوں حرام ہیں اور ان پر اللہ اور اسکے رسول کا حق ہے۔

اور اسی طرح کسی معین شخص کی تکفیر کرنا اور اسکے قتل کو جائز ٹھہرانا یہ موقوف ہے اس بات پر کہ اس پر

حجت قائم کر دیا گیا ہو، ورنہ کوئی ضروری نہیں کہ جو دین میں سے کسی چیز سے ناواقف ہو اسکی تکفیر کی جائے، ورنہ صحابہ اور تابعین میں سے بعض حضرات جیسے قدامہ بن مظعون اور انکے ساتھی شراب پینے کو حلال نہ سمجھتے، اور یہ نہ گمان کرتے کہ جو نیک عمل کرے اس کے لئے یہ حلال ہے، جیسا کہ ان لوگوں نے سورہ مائدہ والی آیت سے سمجھ رکھا تھا، اور ان کے تعلق سے علمائے صحابہ جیسے عمر و علی وغیرہ کا اتفاق ہے کہ ان سے توبہ کرایا جائے گا، پھر اگر اس کے بعد بھی استحلال پر اصرار کرتے ہیں، تو انکی تکفیر کی جائے گی، اور اگر اسکا اقرار کرتے ہیں تو انہیں کوڑا مارا جائے گا۔

لیکن شروع ہی میں ان کی تکفیر نہیں کی گئی اس شبہے کی وجہ سے جو ان لوگوں کے یہاں پایا جاتا تھا، یہاں تک کہ حق ان کے لئے واضح ہو گیا لیکن اگر وہ اصرار کرتے اور اپنے انکار پر باقی رہتے تو انکی تکفیر کی جاتی۔

اور صحیحین میں یہ حدیث ثابت ہے کہ ایک شخص نے مرنے سے پہلے اپنے گھر والوں سے وصیت کرتے ہوئے کہا: (کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا پھر میری ہڈیوں کو پیس کر ہوا میں اڑا دینا اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے اتنا سخت عذاب کرے گا جو پہلے کسی کو بھی اس نے نہیں کیا ہو گا۔ جب وہ مر گیا تو (اس کی وصیت کے مطابق) اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم فرمایا کہ اگر ایک ذرہ بھی کہیں اس کے جسم کا تیرے پاس ہے تو اسے جمع کر کے لا۔ زمین حکم بجا لائی اور وہ بندہ اب (اپنے رب کے سامنے) کھڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا: اے رب! تیرے ڈر کی وجہ سے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی۔)

چنانچہ اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ اسے دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا، یا اس نے یہ جائز سمجھا ہو، اور دونوں کفر ہے، لیکن چونکہ وہ اس سے ناواقف تھا، اسکے لئے حق اس طرح واضح نہیں تھا کہ اسکی مخالفت کی صورت میں اسکی تکفیر ہو سکتی ہے، اسی لئے اللہ نے اسے معاف کر دیا۔

اسی لئے میں جہمیہ اور منکرین صفات سے جب انہیں آزمائش میں ڈالا گیا، میں کہتا تھا: اگر میں بھی تمہاری موافقت کردوں تو میں بھی کافر ہو جاؤں گا، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تمہارا قول کفر ہے، اور میں تمہاری تکفیر نہیں کرسکتا اسلئے تم جاہل اور اس کے حکم سے ناواقف ہو، اور یہ خطاب ان کے علماء اور قاضیوں اور انکے شیوخ اور امراء سے تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی معرفت کے بعد مجھے یقینی طور پر یہ علم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کیلئے یہ جائز نہیں کیا ہے کہ وہ کسی مردے، کسی نبی، کسی نیک آدمی یا کسی دوسرے کو پکارے، نہ ہی استغاثہ کے الفاظ کے ساتھ اور نہ ہی کسی دوسرے الفاظ کے ساتھ، اسی طرح نہ ہی کسی دوسرے کی پناہ طلب کرسکتا ہے، جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کیلئے کسی مردے یا زندہ کا سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

بلکہ ہم جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام امور سے منع کیا ہے، اور یہ سب شرک ہے جسے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا ہے، لیکن جہالت کے غلبہ اور بعد کے لوگوں میں احادیث کے تعلق سے قلت علم کی وجہ سے ان تمام امور کی وجہ سے تکفیر نہیں کی گئی یہاں تک کہ یہ واضح ہو گیا کہ یہ چیز شریعت کے مخالف ہے۔

اور ہمارے بعض اکابرین اور مشائخ کرام کہا کرتے تھے: یہ کتنی بڑی بات تم نے ہم بتادی ہے! کیونکہ انہیں علم تھا کہ یہ اصل دین ہے۔

آپ نے مزید کہا: کوئی بات کبھی کفر بھی ہوسکتی ہے، جیسے نماز، زکاۃ، روزہ اور حج کا انکار کرنا، زنا، شراب، جوا، اور محارم سے نکاح کرنے کو حلال سمجھنا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں کی تکفیر نہ ہو جیسے کہ کوئی ابھی نیا نیا مسلمان ہوا ہو، یا کسی دور دیہاتی علاقے میں ہو کہ اسے اسلام کے احکام ابھی نہ پہونچے ہوں، تو ایسے لوگوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اسے انکی حقیقت کا علم نہیں۔

اور جہمیہ کی باتیں بھی اسی قبیل سے ہیں، کیونکہ ان میں اس چیز کا انکار ہے جو اللہ کیلئے ثابت ہے، اور جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے۔

اور آپ نے مزید کہا: حقیقت یہ ہیکہ یہ قول کفر بھی ہوسکتا ہے، اور ایسا کہنے والے کی تکفیر بھی کی جاسکتی ہے، لیکن یہ کہا جائے گا کہ جس نے ایسا کہا وہ کافر ہے، لیکن اگر یہ بات کوئی معین شخص کہے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، جب تک کہ اس پر ایسی حجت قائم نہ ہو جائے، جس سے تکفیر لازم آتی ہے۔

اور یہی بات وعید والے نصوص کے بارے میں بھی کہی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: {إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا} ترجمہ: بے شک جولوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

اس طرح کے وعید والے نصوص حق اور ثابت ہیں، لیکن کسی معین شخص پر وعید لاگو نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی کسی معین مسلمان شخص کے حق میں دوزخ کی گواہی دی جائے گی، کیونکہ ہوسکتا ہے کوئی شرط نہ پائی جائے، یا کوئی مانع موجود ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے اس کے پاس تحریم نہ پہونچی ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے اس حرام کام سے توبہ کرلیا ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس کچھ ایسی بڑی نیکیاں ہوں کہ وہ اس حرام عمل کو مٹادیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ایسی مصیبتوں میں مبتلا ہوا ہو کہ جو اس کا کفارہ ہوگئی ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسکے حق میں شفاعت ہو جائے۔

اور ایسے شخص کے بارے میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے اسکے پاس وہ نصوص نہ پہونچے ہوں جن سے اسکی تکفیر لازم آتی ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اسکے پاس پہونچی ہوں مگر اسکے نزدیک وہ ثابت نہ ہوں، یا وہ انہیں سمجھ نہ سکا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے سامنے کچھ شبہات ہوں جن کی وجہ سے اللہ اسے معذور مان لے۔

چنانچہ جو مومن ہوگا اور حق کا طالب ہوگا لیکن غلطی کر جائے، تو اللہ تعالی اسکی مغفرت فرمائے گا، خواہ وہ کچھ بھی ہو، اسکا تعلق نظری مسائل ہو یا علمی، اسی پر جمہور صحابہ اور جمہور اہل علم قائم ہیں ۔

اسی طرح یہ فرق کرنا کہ اصولی مسائل میں تکفیر کی جائے گی اور فروعی مسائل میں تکفیر نہیں کی جائے گی، تو یہ نہ تو صحابہ سے ثابت ہے اور نہ ہی تابعین سے، اور نہ ہی ائمہ اسلام میں سے کسی سے، یہ معتزلہ اور ان جیسے کچھ اہل بدعت سے لیا گیا ہے، اور پھر اسی کو بعض فقہاء نے اپنی کتابوں میں نقل کر دیا ہے، حالانکہ یہ متناقض تفریق ہے ۔

کیونکہ یہ تفریق کرنے والے سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ آخر ان اصولی مسائل کی کیا حد ہے جن میں غلطی کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی؟ اور اسی طرح ان میں اور فروعی مسائل میں حد فاصل کیا ہے؟

اگر وہ کہے کہ اصولی مسائل سے مراد اعتقادی مسائل ہیں، اور فروعی مسائل سے مراد عملی مسائل ہیں ۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ لوگوں کا اختلاف ہوا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا یا نہیں دیکھا؟ اور یہ کہ عثمان افضل ہیں یا علی؟ اسی طرح قرآن کے بہت سارے معانی میں، اور بعض حدیثوں کی تصحیح میں، اور یہ سب اعتقادی اور علمی مسائل ہیں مگر ان میں کسی نے کسی کی تکفیر نہیں کی ہے!

جبکہ نماز، روزہ، زکاۃ، حج، فواحش اور شراب کی حرمت وغیرہ سب عملی مسائل ہیں، مگر ان کے انکار سے بالاتفاق تکفیر کی جائے گی ۔

اور اگر کہے کہ اصولی مسائل سے مراد قطعی مسائل ہیں ۔

تو اس سے کہا جائے گا کہ بہت سارے عملی مسائل قطعی ہوتے ہیں، اور بہت سارے علمی مسائل قطعی نہیں ہوتے ہیں ۔

اور کسی مسئلے کا قطعی یا ظنی ہونا یہ ایک اضافی اور نسبی چیز ہے، ممکن ہے ایک ہی مسئلہ کسی کے نزدیک قطعی ہو کیونکہ اسکے پاس دلیل قاطع ظاہر ہو گیا ہے، جیسے کہ اس نے رسول ﷺ نے نص کو سنا ہو، اور اسکے

مفہوم کا اس نے یقین کرلیا ہو، اور وہی مسئلہ دوسرے کے نزدیک ظنی ہو، کیونکہ اس کے پاس وہ نص نہیں پہونچا ہے، یا وہ اسکے نزدیک ثابت نہیں ہے، یا وہ اسکا مفہوم سمجھ نہیں سکا ہے۔

اور صحیحین میں یہ حدیث ثابت ہے کہ ایک شخص نے مرنے سے پہلے اپنے گھر والوں سے وصیت کرتے ہوئے کہا: (کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا پھر میری ہڈیوں کو پیس کر ہوا میں اڑا دینا اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے اتنا سخت عذاب کرے گا جو پہلے کسی کو بھی اس نے نہیں کیا ہو گا۔ جب وہ مر گیا تو (اس کی وصیت کے مطابق) اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم فرمایا کہ اگر ایک ذرہ بھی کہیں اس کے جسم کا تیرے پاس ہے تو اسے جمع کر کے لا۔ زمین حکم بجالائی اور وہ بندہ اب (اپنے رب کے سامنے) کھڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا: اے رب! تیرے ڈر کی وجہ سے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی۔)

اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی قدرت اور دوبارہ اٹھائے جانے میں شک کیا ہے، بلکہ اسکا گمان ہے کہ اسے دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا، اور یہ کہ اس پر اللہ قادر نہیں ہوگا، اگر وہ ایسا کرلے گا، مگر پھر بھی اللہ نے اسے معاف کر دیا۔

مسئلہ تکفیر میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں سے جس سے میں واقف ہو سکا اسی میں یہ بھی ہے جسے علامہ ذہبی نے نقل کیا ہے: ہمارے شیخ ابن تیمیہ آخری ایام میں کہا کرتے تھے: میں امت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتا ہوں، اور کہتے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: وضو کی محافظت ایک مومن ہی کرتا ہے، چنانچہ جو وضو کے ساتھ نمازوں کی پابندی کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔

چھٹا ضابطہ:

کفریہ قول وفعل اور اسکے کہنے اور کرنے والے کے درمیان کوئی تلازم نہیں ہے؛ کیونکہ ہوسکتا ہے کوئی ایسا مانع ہو جس سے اسکے کہنے اور کرنے والے کی تکفیر نہ ہو سکے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اور امام احمد نے جہمیہ میں سے کسی معین شخص کی تکفیر نہیں کی۔
اور نہ ہی ہر وہ شخص جسے آپ نے جہمی کہا اسکی تکفیر کی ہے۔

اور نہ ہی اس شخص کی تکفیر کی جس نے جہمیہ کے بدعات میں انکی موافقت کی، بلکہ آپ نے جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، انکے لئے آپ دعاء کرتے تھے، انکے پیچھے نماز کو جائز سمجھتے تھے، ان کے ساتھ حج اور جہاد کرنے کو بھی جائز سمجھتے تھے، انکے خلاف خروج کرنے سے منع کرتے تھے، مگر ساتھ ہی آپ انکے اس باطل قول پر نکیر بھی کرتے تھے جو کہ کفر عظیم ہے، گرچہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کفر عظیم ہے، آپ اس پر نکیر کرتے اور حد الامکان اس پر رد کرتے، اور انکا مقابلہ کرتے، اس طرح آپ سنت اور دین کو اظہار کر کے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے اور ملحد جہمیہ کی بدعتوں پر نکیر بھی کرتے۔ ساتھ ہی آپ حکام اور امت کے حقوق کا خیال بھی رکھتے، گرچہ وہ جاہل اور بدعتی اور ظالم اور فاسق رہے ہوں۔

آپ نے مزید کہا: سلف سے جہمیہ کی تکفیر مشہور ہے، مگر ان کی تکفیر معین نہیں کرتے تھے، کیونکہ جو سبب ہو قول کا وہ زیادہ عظیم ہے قائل سے، اور جو اپنے مخالف کو سزا دے وہ زیادہ عظیم ہے اس سے جو صرف دعوت دے، اور جو اپنے مخالف کی تکفیر کرے وہ زیادہ عظیم ہے اس سے جو اسے سزا دے۔

اس کے ساتھ ہی اس وقت کے حکام جہمیہ کا قول مانتے تھے اور وہ بھی کہتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے، اور اللہ تعالی کو آخرت میں بھی نہیں دیکھا جا سکتا، اور وہ لوگوں کو اسکی دعوت بھی دیتے تھے، بلکہ انہیں آزمائش میں ڈالتے اور انہیں سزا دیتے اگر وہ ان کی بات نہیں مانتے، اور انکی تکفیر بھی کرتے، یہاں تک بتایا جاتا ہے کہ وہ کسی قیدی کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک کہ وہ جہمیہ کے اس قول کا اقرار نہیں کر لیتا کہ قرآن مخلوق ہے، اور وہ کسی کو سرکاری عہدہ نہیں دیتے اور نہ ہی بیت المال سے وظیفہ دیتے جب تک کہ وہ اس قول کا اقرار نہیں کر لیتا۔

اسکے باوجود امام احمد نے ان کیلئے رحمت اور استغفار کی دعاء کی، اس وجہ سے کہ آپ جانتے تھے کہ

ان کیلئے یہ واضح نہیں ہے کہ وہ رسول ﷺ کی تکذیب کر رہے ہیں اور آپ کی شریعت کا انکار کر رہے ہیں، بلکہ انہوں نے تاویل کیا جس میں یہ غلطی پر ہیں، اور جنہوں نے یہ عقیدہ گڑھا ہے انہیں کی یہ تقلید کر رہے ہیں۔

ساتواں ضابطہ:

مجرد قول ہی سے کفر ہوسکتا ہے، جیسے کوئی اللہ تعالی یا اسکے رسول ﷺ کو گالی دے، یا دونوں کا مذاق اڑائے یا دین اسلام کا مذاق اڑائے۔

اور اسی طرح مجرد فعل سے بھی کفر ہوسکتا ہے، جیسے کوئی غیر اللہ کا سجدہ کرے، یا قبروں کا طواف کرے۔

اور اسی طرح کفر کسی اعتقادی امر سے بھی ہوسکتا ہے۔

اور اسی طرح کفر شک کے ذریعے بھی ہوسکتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ[65] لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ} ترجمہ: اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ [65] بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو ایک گروہ کو عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔

اوران تمام امور میں بھی شروط کا پایا جانا اور موانع نہ ختم ہونا ضروری ہے، تا کہ کفر کا حکم لگایا جاسکے۔

آٹھواں ضابطہ:

لوگوں پر حکم لگانے میں اصل ظاہر ہے، باطن کا ذمیدار اللہ تعالی ہے۔

چنانچہ اب آپ ﷺ کے بعد کسی امتی کیلئے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ ظاہر پر حکم لگائے اور اسی کو قبول کرے؛ اسلئے ہم نہ تو غیب جانتے ہیں اور نہ ہی وحی کا سلسلہ قائم ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظاہر کے قبول کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ، فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَأَدْرَكْتُ رَجُلًا، فَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَطَعَنْتُهُ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَقَتَلْتَهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ، قَالَ: " أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ، حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟ " فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ.

ترجمہ: سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک سریہ میں بھیجا (سریہ کہتے ہیں لشکر کے ایک ٹکڑے کو جس میں چار سو آدمی تک ہوتے ہیں) ہم صبح کو لڑے حرقات سے جہینہ میں سے ہے (حرقات بضم حا اور فتح را ایک قبیلہ ہے) پھر میں نے ایک شخص کو پایا اس نے «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» کہا۔ میں نے برچھی سے اس کو مار دیا۔ بعد اس کے میرے دل میں وہم ہوا (کہ «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» کہنے پر مارنا درست نہ تھا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس نے «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» کہا تھا اور تو نے اس کو مار ڈالا"۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے ہتھیار سے ڈر کر کہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا تا کہ تجھے معلوم ہوتا کہ اس کے دل نے یہ کلمہ کہا تھا یا نہیں"۔ (مطلب یہ ہے کہ دل کا حال

تجھے کہاں سے معلوم ہوا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کاش! میں اسی دن مسلمان ہوا ہوتا (تو اسلام لانے کے بعد ایسے گناہ میں مبتلا نہ ہوتا کیونکہ اسلام لانے سے کفر کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں)۔

اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو ان منافقین کے بارے میں خبر دی جو آپ کے صحابہ کے درمیان رہتے تھے، جو کفر کا عقیدہ رکھتے تھے، آپ ﷺ کو ان کے بارے میں فرداً فرداً معلوم کرایا گیا، پھر بھی آنے انکے قتل کو جائز نہیں کیا، اور اسکا سبب صرف یہی تھا کہ وہ اپنی زبان سے اسلام کا اظہار کرتے تھے، چنانچہ اب یہی حکم ہر بندے پر ہوگا کہ اسکے ظاہر پر حکم لگایا جائے گا نہ کہ اسکا باطن دیکھا جائے گا، اسی طرح کی رائے دیگر ائمہ سے بھی مروی ہے۔

چنانچہ یہ وہ جگہ ہے جہاں کفر کے معاملے میں دونوں طرح کا احتمال ہوتا ہے۔

نواں ضابطہ:

جب کفر کے معاملے میں کفر اور غیر کفر دونوں کا احتمال ہو اس وقت اس پر کفر کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ واضح نہ ہو جائے کہ یہ کفر ہے۔

اور جب کفر کے سوا کوئی دوسری چیز سمجھ میں نہ آئے اس وقت اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا مگر شروط کے ثابت ہونے اور موانع کے ختم ہونے کے بعد۔

عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الأَسْوَدِ، قَالَ: "انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً وَمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى الرَّوْضَةِ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ، فَقُلْنَا: أَخْرِجِي الْكِتَابَ! فَقَالَتْ: مَا مَعِي مِنْ كِتَابٍ!

فَقُلْنَا: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا،

فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا حَاطِبُ مَا هَذَا؟

قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا، وَلَا ارْتِدَادًا، وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ صَدَقَكُمْ۔

قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ۔

قَالَ: إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ".

ترجمہ: عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیر اور مقداد بن اسود (رضی اللہ عنہم) کو ایک مہم پر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ روضہ خاخ (جو مدینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے) پر پہنچ جاؤ تو وہاں ایک بڑھیا عورت تمہیں اونٹ پر سوار ملے گی اور اس کے پاس ایک خط ہو گا، تم لوگ اس سے وہ خط لے لینا۔ ہم روانہ ہوئے اور ہمارے گھوڑے ہمیں تیزی کے ساتھ لیے جا رہے تھے۔ آخر ہم روضہ خاخ پر پہنچ گئے اور وہاں واقعی ایک بوڑھی عورت موجود تھی جو اونٹ پر سوار تھی۔ ہم نے اس سے کہا

کہ خط نکال۔اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ۔لیکن جب ہم نے اسے دھمکی دی کہ اگر تو نے خط نہ نکالا تو تمہارے کپڑے ہم خود اتار دیں گے۔اس پر اس نے اپنی گندھی ہوئی چوٹی کے اندر سے خط نکال کر دیا' اور ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے' اس کا مضمون یہ تھا' حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے چند آدمیوں کی طرف' اس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض بھیدوں کی خبر دی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاطب! یہ کیا واقعہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے بارے میں عجلت سے کام نہ لیجئے۔میری حیثیت (مکہ میں) یہ تھی کہ قریش کے ساتھ میں نے رہنا سہنا اختیار کرلیا تھا' ان سے رشتہ ناتہ میرا کچھ بھی نہ تھا۔آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجرین ہیں ان کی تو مکہ میں سب کی رشتہ داری ہے اور مکہ والے اسی وجہ سے ان کے عزیزوں کی اور ان کے مالوں کی حفاظت وحمایت کریں گے مگر مکہ والوں کے ساتھ میرا کوئی نسبی تعلق نہیں ہے' اس لیے میں نے سوچا کہ ان پر کوئی احسان کردوں جس سے اثر لے کر وہ میرے بھی عزیزوں کی مکہ میں حفاظت کریں۔میں نے یہ کام کفر یا ارتداد کی وجہ سے ہرگز نہیں کیا ہے اور نہ اسلام کے بعد کفر سے خوش ہو کر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا کہ حاطب نے سچ کہا ہے۔عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اجازت دیجئیے میں اس منافق کا سر اڑا دوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں' یہ بدر کی لڑائی میں (مسلمانوں کے ساتھ مل کر) لڑے ہیں اور تمہیں معلوم نہیں' اللہ تعالیٰ مجاہدین بدر کے احوال (موت تک کے) پہلے ہی سے جانتا تھا' اور وہ خود ہی فرما چکا ہے کہ تم جو چاہو کرو میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔"

اس سے پتہ چلا کہ قول وفعل ہر دونوں میں کفر اور غیر کفر دونوں کا احتمال رہتا ہے،اسلئے اس پر کفر کا حکم اسی وقت لگایا جاسکتا ہے جب اسکی تفصیل معلوم نہ کرلیا جائے،اور اسکی حالت کو ظاہر نہ کرلیا جائے،اور یہاں محل شاہد یہ ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ سے جو کچھ ہوا اس کے بارے میں سوال کیا

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: حاطب! یہ تم نے کیا کیا؟

یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ بعض لوگوں نے اللہ، اسکی آیات اور اسکے رسول کا استہزاء کیا اور اس وقت کفر کے سوا کسی دوسرے چیز کا احتمال نہیں تھا تو آپ نے کوئی عذر قبول نہیں کیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے یہ بار بار کہتے رہے: (لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ) بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاطب کے واقعے میں یہ سوال کیا: اے حاطب! یہ تم نے کیا کیا؟

امام شافعی نے حدیث حاطب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ظن کی بنیاد پر حکم نہیں لگایا جائے گا، کیونکہ اس خط میں احتمال تھا کہ حاطب نے اس میں جو کچھ کہا تھا وہ اسلام کے اندر شک کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس لئے تا کہ انکے گھر والوں کی حفاظت ہو، اور یہ بھی احتمال تھا کہ یہ انکی غلطی اور اسلام سے انکی بے رغبتی ہو، اور اس قبیح معنی کا بھی احتمال تھا کہ وہ قول آپ ہی کا ہو کہ جس میں آپ کا فعل اسکی تائید کر رہا تھا۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے بارے میں یہ حکم لگایا کہ انہیں نہ تو قتل کیا اور نہ ہی اس بارے میں غالب امر کا استعمال کیا، اور یہ ظاہر پر حکم لگانے میں بہت بڑی مثال ہے کہ اس طرح کا عمل شاید کسی نے کیا ہو، کہ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکوں پر اچانک حملہ کرنا چاہتے ہوں اور کوئی آ کر نہیں اسکی اطلاع دیتا ہو جو کہ حکم رسول کی صریح مخالفت ہے، پھر بھی انکے ظاہر کو قبول کیا جاتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر اس سے کمتر معاملہ پیش آئے تو اس میں ظاہر کو بدرجہ قبول کیا جائے گا۔

امام شافعی سے کہا گیا: آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: "اس نے سچ کہا"، گویا آپ نے انہیں چھوڑ دیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ وہ سچے ہیں، اور یہ کہ ان کا وہ فعل دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔

تو اس سے کہا جائے گا کہ جی ہاں، اللہ کے رسول ﷺ یہ بھی جانتے تھے کہ منافقین جھوٹے ہیں، پھر بھی آپ نے ان کے خون کی حفاظت کی ظاہر پر حکم لگا کر، تو جس طرح منافقین کے جھوٹ اور نفاق کو جاننے کے باوجود ان پر ظاہر کا حکم لگایا اسی طرح حاطب کے معاملے میں بھی ان کی سچائی جاننے کے باوجود ظاہر پر حکم لگایا اور باطن کا معاملہ اللہ کو سونپ دیا، تاکہ بعد میں فیصلہ کرنے والوں کیلئے ایک واضح حکم موجود رہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے جو بھی فیصلہ کر دیا ہے وہ عام رہے گا یہاں تک کہ کوئی دلیل آجائے جو کسی فرد یا جماعت کے ساتھ اسے خاص کر دے۔

دسواں ضابطہ:

مسلمانوں کے تعلق سے تکفیر معین کیلئے حجت کے قیام، شروط کے ثبوت اور موانع کے نہ پائے جانے کی ضرورت ہے۔

اور شارع نے مسلمان حاکم کے حق میں خصوصی طور پر اسکی تاکید کی ہے:

عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: "دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، قُلْنَا: أَصْلَحَكَ اللَّهُ، حَدِّثْ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهِ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَايَعْنَاهُ.فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا: أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَةً عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ".

ترجمہ: جنادہ بن ابی امیہ نے بیان کیا کہ ہم عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے وہ مریض تھے اور ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ کوئی حدیث بیان کیجئے جس کا نفع آپ کو

اللہ تعالیٰ پہنچائے۔انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ العقبہ میں سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم نے آپ سے بیعت کی۔انہوں (عبادہ بن صامت) نے بیان کیا کہ جن باتوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا تھا ان میں یہ بھی تھا کہ خوشی و ناگواری، تنگی اور کشادگی اور اپنی حق تلفی میں بھی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور یہ بھی کہ حکمرانوں کے ساتھ حکومت کے بارے میں اس وقت تک جھگڑا نہ کریں جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتے نہ دیکھ لیں۔اور تمہارے پاس اسکے لئے اللہ کی طرف سے واضح دلیل ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک مسلمان حاکم کے بارے میں اصل یہ ہیکہ اسکے اسلام کا ہی حکم لگایا جائے گا،اور اسکے تعلق سے کچھ بھی یقین ہی کے بعد کہا جائے گا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: (جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتے نہ دیکھ لیں۔اور تمہارے پاس اسکے لئے اللہ کی طرف سے واضح دلیل ہو)۔لہذا مجرد شک اور ظن کی بنیاد پر کسی مسلم حاکم کی تکفیر کرنا صحیح نہیں ہے،اور جب تک وہ اپنی حالت پر باقی رہے گا اسے اصل ہی مانا جائے گا یعنی اسکے اسلام ہی کا حکم لگایا جائے گا،اور اس پر کفر کا حکم اسی وقت لگایا جاسکتا ہے جب تک کہ شروط ثابت نہ ہو جائیں،موانع ختم نہ ہو جائیں اور حجت قائم نہ ہو جائے،یعنی اسکے اندر پانچ امور ثابت ہو جائیں:

پہلا امر: یہ کہ ہم اس سے کفر کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ لیں،اور اسے رویت پر محمول کیا جائے گا، اور یہاں رویت میں اصل یہ ہیکہ وہ بصری ہو،مطلب یہ کہ حاکم کی طرف سے یہ ثابت ہو جائے یقین کے ساتھ کہ اس نے کفریہ عمل کیا ہے،اور وہ بھی رویت کے ذریعے نہ کہ مجرد قول،گمان یا خبر کے ذریعے،بغیر یقین اور تحقیق کے،کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جسکا اسلام یقین کے ساتھ ثابت ہو وہ یقین ہی کے ساتھ ختم بھی ہو گا۔

دوسرا امر: یہ چیز انفرادی نہ ہو بلکہ جماعت سے ثابت ہو،اور اسے لیا گیا ہے حدیث کے الفاظ سے

جس میں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے: (جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتے نہ دیکھ لیں۔ اور تمہارے پاس اسکے لئے اللہ کی طرف سے واضح دلیل ہو)۔

تیسرا امر: یہ کہ وہ معاملہ کفر کا ہو، گناہ کبیرہ کی صورت میں یہ حکم نہیں لگے گا!

چوتھا امر: وہ معاملہ بالکل ظاہر ہو، جیسا کہ حدیث کے اندر ہے کہ وہ کفر اعلانیہ ہو۔

پانچواں امر: ایسے معاملے میں ہمارے پاس دلیل، حجت اور برہان کا ہونا ضروری ہے کہ وہ کفر ہے، اگر معاملہ اختلافی ہو تو اسکی وجہ سے تکفیر نہیں ہوگی۔

گیارہواں ضابطہ:

معاصی اور گناہوں کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جائے گی، گرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو، جب تک کہ وہ اسے حلال نہ سمجھے۔

یہی فرق ہے گناہوں کے درمیان کہ وہ دین اسلام سے اس وقت خارج کرتے ہیں جب انہیں حلال سمجھ لیا جائے، نہ کہ محض ان کے ارتکاب سے۔

بارہواں ضابطہ:

کسی امر کے حلال سمجھنے (استحلا ل) کا تعلق اعتقاد اور قلب سے ہوتا ہے، اور اسکی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ استحلا ل جو مکفر ہو دین اسلام سے خارج کرنے والا ہو۔ اور اسکا ضابطہ یہ ہیکہ اس آدمی کو یہ معلوم ہو کہ اس چیز کو اللہ نے حرام کیا ہے، پھر بھی وہ اسے حلال سمجھ رہا ہو۔

دوسری قسم: وہ استحلا ل جو دین اسلام سے خارج کرنے والا نہ ہو۔ اور یہ استحلا ل عملی ہے، یعنی معاصی کا ارتکاب کرنا اس اعتراف کے ساتھ کہ وہ معصیت ہے، اور یہ گنہگار ہے، سزا کا مستحق ہے۔

اور یہ استحلا ل عملی ایک مومن کے اندر پایا جاتا ہے، اور ایسی صورت میں وہ مطلق ایمان کا مستحق

نہیں ہوتا ہے، بلکہ اسے فاسق مومن کہا جاتا ہے ۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ایک مومن کو چاہئے کہ وہ اللہ کے محارم کو حلال سمجھنے سے بچے، اور یہ جان لے کہ یہ سزا کے اسباب میں سے ایک بڑا اسبب ہے، اور یہ خود (یعنی استحلا ل معاصی) ایک بہت بڑا گناہ ہے ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید کہا: اور استحلا ل کہتے کہ یہ اعتقاد کیا جائے کہ جن محارم کو اللہ نے قرآن میں حرام کیا ہے وہ اسکے لئے حلال ہیں ؛

یہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ نے اسکے لئے اسے حلال کیا ہے ۔

یہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ نے اسکے لئے اسے حرام نہیں کیا ہے ۔

یہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ نے اسکے لئے اسے حرام ہی نہیں کیا تھا۔

اور ایسا کبھی ایمان بالربوبیت کے اندر خلل یا ایمان بالرسالہ کے اندر خلل کی وجہ سے ہوتا ہے ۔

اور یہ خالص انکار بھی ہوسکتا ہے جسکی کوئی بنیاد نہ ہو۔

یہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ اللہ نے اسے اسکے حرام کیا ہے اور یہ بھی جانتا ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے حرام کیا ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہے، لیکن بعد میں وہ اسکی پابندی نہ کرے اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے اس حرام کا ارتکاب کرے، تو یہ پہلے سے زیادہ سخت کفر ہوگا۔

اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ جانتا ہو کہ جو اس تحریم کی پابندی نہیں کرے گا اللہ اسے سزا اور عذاب دے گا۔

پھر ہوسکتا ہے یہ انکار اس وجہ سے ہو کہ اسے آمر کی حکمت اور اسکی قدرت کے تعلق سے اعتقاد میں کوئی خلل ہو اور اسی وجہ سے وہ اسکی کسی صفت کی تصدیق نہ کر رہا ہو۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان تمام چیزوں کی تصدیق کے باوجود اسکے اندر ہٹ دھرمی یا خواہش نفس کی پیروی پائی جاتی ہو، اور یہ حقیقت میں کفر ہے، کیونکہ وہ اللہ اور اسکے رسول کی تمام خبروں کی تصدیق

کرتا ہے اسکے باوجود وہ اسے مبغوض سمجھتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے، کیونکہ اس سے اسکی مراد اور خواہش پوری نہیں ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے: میں اسے تسلیم نہیں کرتا، اور نہ ہی اسکی پابندی کرتا، بلکہ اس سے بغض اور نفرت کرتا ہوں۔

تو یہ پہلی قسم کے علاوہ ہے، اور اسکی تکفیر یقینی طور پر معلوم ہے، دین اسلام اور قرآن کے اندر اسکی تکفیر بھری ہوئی ہے، بلکہ اسکی سزا سخت ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ حدیث ہے: (إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَمْ يَنْفَعْهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِعِلْمِهِ) ترجمہ: قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو دیا جائے جسے اللہ نے اسے اسکے علم سے فائدہ نہیں پہونچایا۔ (یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ مترجم)۔

اور یہ ابلیس ہے اور وہ جو اسکے راستے پر چلے۔

اور اسی سے فرق واضح ہو جاتا ہے گنہگار کے درمیان جو اس فعل کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے، اور چاہتا ہے کہ وہ اسے نہ کرے، لیکن شہوت اور نفرت اسے ایسا کرنے سے روک دیتی ہے، چنانچہ وہ تصدیق اور تابعداری کرتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا۔

اس تفصیل کے بعد معلوم ہو کہ ان ضوابط کے بارے میں معتبر علماء کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، تا کہ ان کی حقیقت کا پتہ چل سکے، اور معین پر حکم لگانے میں آسانی ہو، اور جب معاملہ ایسا ہے تو پھر ان معتبر علماء پر کلام کرنا بھی ضروری ہے، اور آنے والے مقصد کا موضوع یہی ہے۔

تیسرا مقصد:

تکفیر کے مسئلے میں کس کی طرف رجوع کیا جائے؟

بعض لوگ علم اور علماء کو ذلیل سمجھتے ہیں؛ کیونکہ وہ علم کی قدر نہیں جانتے، اور نہ ہی علماء کا حق جانتے ہیں، انہیں صرف یہی معلوم ہے کہ کثرت کلام، قصوں، کہانیوں اور اشعار کے ذریعے اسے مزین کرنے اور بہت زیادہ وعظ و نصیحت کرنے کو علم کہتے ہیں۔

اور کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ علماء کو تمام حوادث اور پیش آنے والے واقعات پر تبصرہ کرنا چاہیئے جسے یہ لوگ فقہ الواقع کہتے ہیں، جو امراء اور حکام پر بلا دلیل اور بصیرت کے جو دل میں آتا ہے بولتے رہتے ہیں۔

اور کچھ لوگوں کے نزدیک علم مجرد کتابوں میں ہے، انہیں اسکی پرواہ ہی نہیں کہ علم حقیقت میں نقل وفہم کو کہتے ہیں، اور اسی پر پہلی صدی کے لوگ تھے جن میں صحابہ اور تابعین جیسے لوگوں کا نام آتا ہے، لیکن ان کے یہاں حلقوں میں بیٹھ کر علماء سے علم حاصل کرنا معیوب ہو گیا ہے، بلکہ ایسا کرنے والوں کو یہ کمتر سمجھتے ہیں، کیونکہ انہیں معلوم نہیں ہے کہ علم کے اکثر ابواب ایسے ہیں جنہیں علماء کے سامنے دو زانو ہو کر تلقین اور سماع کے ذریعے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اور کچھ لوگوں کے نزدیک علم نام ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کیا جائے اور لوگوں کو دعوت دی جائے! یہ کہتے ہیں: ہمیں نئی کتابوں کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں نئے دعاۃ اور دعوت کی ضرورت ہے، جبکہ ان بیچاروں کو معلوم ہی نہیں کہ جس کے پاس کچھ ہو گا ہی نہیں وہ دوسروں کو کیا دے گا، اور ایسا شخص دعوت دین کا کام کیسے کر سکتا ہے جو دین سے ناواقف اور جاہل ہو، نہ وہ کبھی علمی دروس میں شریک ہوا ہو اور نہ ہی علماء کی صحبت اختیار کی ہو، بلکہ نظامی علوم کو اس نے کچھ بھی حاصل نہ کیا ہو تو یقینا ایسا شخص علمی قحط کا

شکار ہوگا۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو ایک عالم دین اور قصہ گو واعظ میں کچھ فرق نہیں کر پاتے، اسی طرح وہ ایک طالب علم اور عالم میں فرق نہیں کر پاتے، ان کے نزدیک ہر ایک عالم ہے، ان سے وہ دین کے بارے میں فتاوے طلب کرتا ہے، اور علم سیکھنے کی کوشش کرتا ہے، بلکہ جو واعظ زیادہ کلام کرتا ہے اسے یہ بڑا عالم سمجھتا ہے، بلکہ اسکا مرتبہ ایک عالم سے بھی بڑا مانتا ہے؛ اسلئے کہ عالم زیادہ کلام نہیں کرتا، وہ اپنے کلام میں قصوں کہانیوں، اشعار اور دیگر پراگندہ افکار کو پیش نہیں کرتا!!

اسلئے ضروری ہے کہ عالم کی حقیقت اور اسکے اوصاف کی جانکاری رکھیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم کے اندر بیان کیا ہے، اور وہ درج ذیل ہیں:

۱-متشابہ امور کو محکم کی طرف لوٹانا یہ علمائے راسخین کے صفات میں سے ہے:

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ} ترجمہ: وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن لوگوں کے دلوں میں تو کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور ان کی اصل مراد کی تلاش کے لیے، حالانکہ ان کی اصل مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔

عالم کی ایک بڑی صفت جسے قرآن کریم نے ثابت کیا ہے وہ یہ ہیکہ ایک عالم ہی متشابہ امور کو محکم کی

طرف لوٹا سکتا ہے، اور وہ متشابہ کے پیچھے نہیں جاتا ہے، اور اپنی اس صفت کے ساتھ اہل حق اور اہل ہدایت نفس پرستوں اور گمراہوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

اور حدیث کے اندر ڈانٹ و پھٹکار اور وعید آئی ہے ان لوگوں پر جو متشابہ کے پیچھے بھاگتے ہیں، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ: (هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلا أُولُو الأَلْبَابِ) سورۃ آل عمران آیۃ 7، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَإِذَا رَأَيْتِ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكِ الَّذِينَ سَمَّى اللَّهُ فَاحْذَرُوهُمْ ".

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی (هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلا أُولُو الأَلْبَابِ) یعنی ”وہ وہی اللہ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری ہے، اس میں محکم آیتیں ہیں اور وہی کتاب کا اصل دارومدار ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں چڑپن ہے۔ وہ اس کے اسی حصے کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو متشابہ ہیں، فتنے کی تلاش میں اور اس کی غلط تاویل کی تلاش میں۔“ آخر آیت (أولو الألباب) تک۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں تو یاد رکھو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے (آیت بالا میں) ذکر فرمایا ہے۔ اس لیے ان سے بچتے رہو۔

۲- حکم الہی کی پیروی اور اتباع کرنا اہل علم کے صفات میں سے ہے:

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا [107] وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا [108] وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا} ترجمہ: کہہ دے تم اس پر ایمان لاؤ، یا ایمان نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ [107] اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ یقینا ہمیشہ پورا کیا ہوا ہے۔ [108] اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں، روتے ہیں اور وہ (قرآن) انھیں عاجزی میں زیادہ کر دیتا ہے۔

مزید اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ} ترجمہ: اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں، بے شک اللہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔

اور خشیت الہی ایک ایسی صفت ہے جس کا وارث وہی ہوسکتا ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہو۔

۳- زہد وتقوی اور دنیا داری میں زیادہ نہ پڑنا نیز اپنی قوم کو ڈرانا عالم کے صفات میں سے ہے:

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ} ترجمہ: اور ان لوگوں نے کہا جنھیں علم دیا گیا تھا، افسوس تم پر! اللہ کا ثواب اس شخص کے لیے کہیں بہتر ہے جو ایمان لایا اور اس نے اچھا عمل کیا اور یہ

چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کرنے والے ہیں۔

عَنْ عِمْرَانَ الْمِنْقَرِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ يَوْمًا فِي شَيْءٍ قَالَهُ: يَا أَبَا سَعِيدٍ، لَيْسَ هَكَذَا يَقُولُ الْفُقَهَاءُ. فَقَالَ: «وَيْحَكَ وَرَأَيْتَ أَنْتَ فَقِيهًا قَطُّ، إِنَّمَا الْفَقِيهُ الزَّاهِدُ فِي الدُّنْيَا، الرَّاغِبُ فِي الْآخِرَةِ، الْبَصِيرُ بِأَمْرِ دِينِهِ، الْمُدَاوِمُ عَلَى عِبَادَةِ رَبِّهِ»

ترجمہ: عمران منقری بیان کرتے ہیں میں نے حسن بصری سے ایک دن کسی بات کے بارے میں جوانہوں نے بیان کی تھی یہ کہا: اے ابوسعید! فقہاء ایسے نہیں کہتے جو آپ نے بیان کیا ہے تو حسن بصری نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو! کیا تم نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا ہے، فقیہ وہ شخص ہوتا ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت کی طرف متوجہ ہو، اپنے دین کے معاملات کا نگران ہو اور ہمیشہ اپنے پروردگار کی عبادت میں مصروف رہے۔

۴-علماء کی ایک صفت یہ ہیکہ انکا علم انکے سینے میں ہوتا ہے آیات بینات کی شکل میں، وہ اس طرح اپنے دین کے بارے میں علم وبصیرت کے ساتھ ہوتے ہیں:

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ} ترجمہ: بلکہ یہ تو واضح آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنھیں علم دیا گیا ہے اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر جو ظالم ہیں۔

سوان کا علم قال اللہ، قال الرسول اور قال الصحابہ ہوتا ہے۔

الْعِلْمُ قَالَ اللهُ قَالَ رَسُولُهُ ... قَالَ الصَّحَابَةُ لَيْسَ خُلْفٌ فِيهِ

مَا الْعلم نصبك للْخلاف سفاهة ... بَين الرَّسُول وَبَين رَأْي سَفِيه

كلا وَلَا نصب الْخلاف جهَالَة ... بَين النُّصُوص وَبَين رَأْي فَقِيه

كلا وَلَا رد النُّصُوص تعمدا ... حذرا من التجسيم والتشبيه

ترجمہ: علم وہی ہے جسے اللہ اور اسکے رسول نے کہا ہو، اور جسے صحابہ نے کہا ہو جس میں کوئی اختلاف نہ ہو۔

رسول ﷺ اور بیوقوفوں کے درمیان اختلاف کھڑا کرنا علم نہیں ہے۔

اسی طرح شرعی نصوص اور فقہاء کے آراء کے درمیان اختلاف دکھانا جہالت کی بنیاد پر بھی کوئی علم نہیں ہے۔

اسی طرح یہ بھی علم نہیں ہے کہ تجسیم اور تشبیہ کے ڈر سے جان بوجھ کر نصوص کو رد کر دیا جائے۔

اسی لئے اللہ تعالی نے انہیں اہل ذکر سے متصف کیا ہے، اور عدم جانکاری کی صورت میں انکی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {وَمَا أَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِيٓ إِلَيۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلذِّكۡرِ إِن كُنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ} ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، پس ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے ہو۔

چنانچہ ان کا علم نہ تو عبارت کو طول دینے کا نام ہے اور نہ ہی فصاحت کلام کا نام ہے، اور نہ ہی کثرت کلام اور کثرت روایت کا نام ہے۔

حسن بصری کہتے ہیں: میں نے ایسے لوگوں کو پایا ہے کہ ان میں سے ایک آدمی عالم کے پاس بیٹھتا اور وہ سمجھتا کہ یہ گونگا ہے، حالانکہ وہ گونگا نہیں ہوتا، وہ ایک فقیہ ہوتا۔

میں کہتا ہوں: یہ انکا حال تھا، درحقیقت خشیت الہی اور شہرت سے انکی نفرت نے انہیں خاموش کر رکھا تھا، مگر ان کا علم ان کے سینوں میں تھا آیات بینات کی طرح۔

بعض سلف سے مروی ہے: علم کثرت روایت کو نہیں کہتے، عالم وہ ہے جو علم کی اتباع کرے، اس پر عمل کرے، سنتوں کی اقتداء کرے، اگرچہ وہ قلیل العلم ہو۔

ابن وہب سے مروی ہے کہ میں نے مالک بن انس سے یہ کہتے ہوئے سنا: علم کثرت روایت کو

نہیں کہتے، بلکہ یہ ایک نور ہے جسے اللہ تعالی دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

اسکا مفہوم یہ ہیکہ خشیت الہی کثرت روایت سے حاصل نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس علم سے جسے اللہ نے فرض کیا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، اور وہ کتاب وسنت کا علم ہے، اور جو صحابہ اور بعد کے ائمہ دین سے منقول ہے، اور جسے روایت ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے، اور یہاں نور کی تاویل یہ ہوگی کہ اس سے مراد فہم علم اور اسکے معانی کی معرفت ہے۔

عون بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: علم کثرت حدیث کو نہیں کہتے، علم خشیت الہی سے آتا ہے۔

علامہ ذہبی نے کہا: علم کثرت روایت کو نہیں کہتے، بلکہ یہ نور ہے جسے اللہ دل کے اندر ڈال دیتا ہے، اسکی شرط یہ ہیکہ اتباع کی جائے، خواہش نفس اور بدعت سے دوری اختیار کی جائے، اللہ ہمیں اور آپ سب کو اپنی اطاعت کی توفیق بخشے۔

ابن رجب نے کہا: متاخرین میں سے بہت سے لوگ اس فتنے میں مبتلا ہیں کہ جو مسائل دین کے بارے میں کلام اور بحث ومباحثہ زیادہ کرے وہ بڑا عالم ہے، جبکہ یہ جہالت ہے، دیکھیں کبار صحابہ اور انکے علماء کو جیسے ابو بکر، عمر، علی، معاذ، ابن مسعود، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو، وہ کیسے تھے؟ انکا کلام ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام سے کم ہے مگر وہ ان سے بڑے عالم تھے۔

اور اسی طرح تابعین کے کلام صحابہ کے کلام سے زیادہ ہیں مگر صحابہ ان سے بڑے عالم ہیں۔

اور اسی طرح تبع تابعین کے کلام تابعین کے کلام سے زیادہ ہیں مگر تابعین ان سے بڑے عالم ہیں۔

اس لئے علم کثرت روایت اور کثرت کلام کو نہیں کہتے، بلکہ یہ ایک نور ہے جسے اللہ دلوں میں ڈال دیتا ہے، جس کے ذریعے بندہ حق کو سمجھتا ہے اور اسکے اور باطل کے درمیان تمییز پیدا کرتا ہے، اور اسے

بہت ہی مختصر الفاظ میں بیان کر دیتا ہے، جس سے مقصد واضح ہو جاتا ہے، اور معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ ﷺ کو جوامع الکلم سے نوازا گیا تھا، اور آپ ﷺ کیلئے کلام کو بہت ہی مختصر کر دیا گیا تھا۔

۵- اور ان کے صفات میں سے ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ حق اور ہدایت اس وحی کی اتباع میں ہے جسے اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے:

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ} ترجمہ: اور یہ کہ یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔

یہ علماء نہ تو رائے کی اتباع کرتے ہیں اور نہ ہی اسے اصل بناتے ہیں۔

اور یہ وہ جہلاء ہیں جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس حدیث میں مراد لیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا".

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھالے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اس حدیث کے اندر ایسے لوگوں سے ڈرایا گیاہے،اور یہ کہ انہیں سوال اور فتوی اور پیش آمدہ مسائل میں مرجع بنایا جائے!!

رائے کی شکلوں میں سے ایک شکل یہ بھی ہیکہ اخبار و میگزین کی تجزیاتی خبروں کو تلاش کرا نہیں عوام الناس کیلئے وعظ و نصیحت میں بنیاد بنالیا جائے۔

رائے کی شکلوں میں سے ایک شکل یہ بھی ہیکہ کسی حادثہ پر تبصرہ کرکے یا اس پر خطاب کرکے اسی کو علم سمجھ لیا جائے، جبکہ یہ پورا کا پورا محض رائے ہو۔

علماء کے صفات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تقلید کو ترک کرتے ہیں، کیونکہ ایک مقلد دوسرے کی بات کو بغیر حجت اور دلیل کے لیتا ہے، جو کہ قابل اتباع نہیں ہوتا، کیونکہ قابل اتباع وہ قول ہوتا ہے جس کی اتباع دلیل سے ثابت ہو، اور علم اسے کہتے ہیں جو بالکل واضح اور یقینی ہو، اور ایک مقلد کو حجت اور دلیل کا علم ہی نہیں ہوتا؛ اس طرح وہ علم سے عاری ہوتا ہے۔

اگر کہا جائے: کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقلد عالم نہیں ہوتا؟

جواب: جی ہاں، مقلد عالم نہیں ہوتا، اور بعض اہل علم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

۶-علماء ان امثال کو اچھی طرح سمجھتے ہیں جنہیں اللہ نے قرآن کریم کے اندر بیان کیا ہے:

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ} ترجمہ: اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف جاننے والے ہی سمجھتے ہیں۔

۷-علماء اہل استنباط اور اہل فہم ہوتے ہیں:

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: {وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا } ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کردیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

ابو حاتم رازی نے کہا: علم ہمارے یہاں وہی ہے جو اللہ کی طرف سے کتاب ناطق اور ناسخ کی شکل میں آئے جو منسوخ نہ ہو، اور جو احادیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت اور صحیح ہو، جس کا کوئی معارض نہ ہو، اور جو صحابہ سے آیا ہو جس پر ان کا اتفاق ہو، اور جب انکا اختلاف ہو جائے تو ان کے اختلاف سے نہیں نکلا جائے گا، اور اگر وہ مخفی ہو جائے، سمجھا نہ جائے تو پھر تابعین کی طرف رجوع کیا جائے۔

اور اگر تابعین سے بھی نہ ملے، تو پھر انکے بعد والے ائمہ دین سے لیا جائے گا، جیسے ایوب سختیانی، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، سفیان، مالک، اوزاعی اور حسن بن صالح رحمہم اللہ جمیعا۔

اور اگر ان سے بھی نہ ملے تو انہیں جیسے لوگوں سے لیا جائے گا، جیسے عبد الرحمن بن مہدی، عبد اللہ بن مبارک، عبد اللہ بن ادریس، یحی بن آدم، ابن عیینہ اور وکیع بن جراح۔

اور انکے بعد: محمد بن ادریس شافعی، یزید بن ہارون، حمیدی، احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم حنظلی، ابو عبید قاسم بن سلام۔

ابن القیم الجوزیہ نے ابو حاتم کے اس کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: یہ اہل علم اور ائمہ دین کا طریقہ ہے کہ ان لوگوں کے اقوال کو کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کے بدلے تیمم کے مقام پر رکھا ہے، کہ جس کی طرف رجوع اسی وقت کیا جائے گا جب پانی کا وجود نہ ہو، مگر متاخرین مقلدین تیمم ہی کو لازم پکڑے ہوئے ہیں جبکہ پانی انکے سامنے تیمم سے بھی آسان صورت میں موجود ہے۔

اگر کہا جائے: اہل رائے بھی مسائل کا استنباط کرتے ہیں، تو پھر یہ علماء کی صفت کیسے ہوگی؟

جواب: معتبر استنباط ہی ایک عالم کی صفت ہے جو اہل علم کے اصول پر قائم ہو، جس کی استناد قرآن اور سنت مطہرہ ہو سلف صالح کے فہم پر، جبکہ اہل رائے کے اصول اس جادہ حق سے مختلف ہوتے ہیں نظر و استنباط ہر ایک میں، کیونکہ اہل علم قرآن اور سنت سے استنباط کرتے ہیں زبان کی بنیاد پر۔

اور ان میں کچھ زبان اور عقل کی بنیاد پر استنباط کرتے ہیں۔

اور ان میں کچھ قلبی اشارات اور فیوضات کی بنیاد پر استنباط کرتے ہیں، اپنے دعوے کے حساب سے۔

اور ان میں کچھ آل بیت کے فہم کی بنیاد پر استنباط کرتے ہیں دوسروں کو چھوڑ کر۔

تو یہ سارے استنباطات جادہ حق سے دور ہیں۔

معتبر استنباط وہی ہے جو کتاب و سنت سے ہو فہم سلف کی روشنی میں۔

چنانچہ حقیقت میں یہی اہل استنباط ہوتے ہیں پیش آمدہ مسائل کے وقت، فتنوں کے وقت، حوادث کے وقت، یہ فتنوں کو پہچان لیتے ہیں جب ہو آتا ہے، اور جب فتنہ چلا جاتا ہے تو سب لوگ اسے پہچان لیتے ہیں۔

زریک سے روایت ہے کہ ابو السلیل نے کہا: میں نے صلہ بن اشیم کے پاس آ کر کہا: اے صلہ! مجھے بھی سکھائی جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہو، کہا: آج تم میری طرح ہو، کہ میں نے بھی صحابہ کے پاس جا کر کہا تھا: مجھے سکھاؤ جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہو۔ کہا: خیر خواہ بنو قرآن اور مسلمانوں کیلئے، جتنا ہو سکے اللہ سے دعاء کرنے میں رغبت رکھو، اور لاٹھی کا مارا ہوا یا آل فلاں اور آل فلاں کا مارا ہوا نہ بنو، اور ایسے لوگوں سے بچو جو کہتے ہیں: ہم ہی مومنین ہیں، جبکہ ایمان سے ان کا کچھ بھی تعلق نہیں، وہ حروری ہیں۔

زریک نے کہا: میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا: جب فتنہ سر اٹھاتا ہے تو اسے صرف عالم ہی

پہچانتا ہے اور جب چلا جاتا ہے تو اسے ہر جاہل پہچان لیتا ہے۔

تو یہ وہ علماء ہیں جن کی طرف تمام مسائل اور احکام دین میں رجوع کیا جائے گا، اور الحمدللہ ایسے علماء ہمارے ملک میں بہت ہیں، اور ان میں سرفہرست سماحۃ المفتی، ہیئۃ کبار العلماء، لجنہ دائمہ کے ارکان ہیں، اور وہ علماء جو ان کے درجے میں ہیں، اور جن کے بارے میں علم وسنت کی گواہی دی گئی ہے، اللہ اموات پر رحم فرمائے، اور زندوں کی حفاظت کرے، انہیں ہدایت دے اور صحیح راستے پر گامزن رکھے۔ آمین!

۞۞۞